# دورِ جاہلیت میں عرب کے مشہور بتوں کا ایک تاریخی جائزہ

# *A historical review of some famous idols being worshiped in the days of ignorance*

گلزار علی[i] سہیل انور[ii]

***Abstract***

*All human beings worship a god according to their religion. For this purpose Allah sent prophets time by time to introduce them with the real god that is Almighty Allah but some people did not follow their prophets and they choose some objects of nature as sun, moon etc even some foolish people made their gods with their own hands and worshiped them. In this way the Arab worshiped idols as Al-Lat, Al-Uzza and Manat (three idols of the pagan Arabs) etc in days of ignorance. There were 360 idols in Khana Kaaba. Simelarly Every man had a special god in his home and every tribe had a special god as a whole. Some of them were prayed for particular purposes and in a special situation while some of them were known as the great gods, so they were called for every purpose and in every situation.This research work is an attempt to mention the famous and well known idols of Arab which were called as gods in days of ignorance and to explain when were they demolished and by whom?.*

**تعارف**

اسلام سے قبل کا زمانہ جاہلیت کے نام سے جانا جاتا ہے۔ چونکہ انسان اپنی فطرت کی وجہ سے کسی ہستی کو خدا ماننے کے لیے مجبور ہے جس کی وجہ سے اس دور اور اس سے قبل گزرے کئی ادوار میں لوگ مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور ہر فرقہ نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق مظاہر فطرت میں سے کسی کو عبادت کے لیے چنا تھا۔ انبیاء کرام علیہم السلام وقتاً فوقتاً آتے گئے اور جن لوگوں نے ان کی بات مانی وہ تو اللہ

i لیکچرر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبد الولی خان یونیورسٹی مردان

ii لیکچرر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبد الولی خان یونیورسٹی مردان

تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے لیکن کئی لوگ ایسے تھے جنھوں نے ان انبیاء کرام علیہم السلام کی بات ٹھکرا دی اور اپنی عبادت کے طریقوں اور اپنے آباؤ واجداد کے طریقوں پر ڈٹے رہیں۔

عرب کے لوگ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی عزت اور ان کے طریقے پر فخر کرتے تھے اور خود یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم اپنے جد اعلی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر چل رہے ہیں، لیکن یہ بات صرف الفاظ اور دعویٰ تک محدود تھی۔ حقیقت یہ تھی کہ انہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین اور دین کی ضروریات کو ترک کر دیا تھا اور اگر کوئی رہی سہی کمی موجود تھی تو وہ عمرو بن لحیٔ نے اس وقت پوری کر دی جب اس نے ہبل نامی بت کو اپنے ساتھ لایا اور اسے خانہ کعبہ کی چھت پر معلق کر دیا[1]، جس سے عرب کے مشرکانہ دور کی ابتداء ہوتی ہے۔

اس وقت سے تمام عرب قبیلوں نے قریش کی عبادت کے اس طریقے کو اتنی دلچسپی سے قبول کیا کہ تمام قبیلوں نے اپنے لیے ایک بت بنا دیا اور اسے اپنی ضروریات کے دیوتا کی حیثیت سے عبادت کرنے لگے۔ ان بتوں میں سے بعض تو ہر قسم کی ضرورت کو پوری کرنے کے لیے پکارے جاتے تھے لیکن چند ایک ایسے تھے جن کو خاص مقاصد کے وقت پکارا جاتا تھا۔ عرب کو اپنے ان بتوں سے اتنی الفت تھی کہ جب کسی سفر پر جاتے تو روانہ ہونے سے پہلے اپنے بت کو چھو کر جاتے اور جب واپس آتے تو سب سے پہلے اپنے بت کو چھو کر بعد میں دوسرے کاموں میں مشغول ہوتے[2]۔

بتوں کے اس سلسلے کا خاتمہ نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر ہوا لیکن آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے بھی چند ایک عقلمند ایسے تھے جنھوں نے بتوں کی عبادت سے بیزاری اختیار کر رکھی تھی، چنانچہ زید بن عمرو بن نفیل نے ان بتوں سے بیزاری کے وقت کچھ اشعار کہے تھے جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

أرباً واحداً أم ألف رب ............. أدين إذا تقسمت الأمور

جب معاملہ تقسیم پر آجائے تو کیا میں ایک یا ہزار خداؤں کی عبادت کروں گا؟

عزلت اللات والعزى جميعاً .............كذلك يفعل الجلد الصبور

میں نے لات اور عزی دونوں سے بے زاری اختیار کر لی اور یہ ہر عقلمند اور صبر ناک کا کام ہے۔

فلا عزى أدين ولا ابنتيها .............ولا صنمي بن عمرو أزور

نہ میں عزی کی عبادت کرتا ہوں اور نہ اس کی دو بیٹیوں کی اور نہ میں ابن عمرو کے دونوں بتوں کی زیارت کرتا ہوں۔

ولاه بلاأدين وكان رباً لنا .............في الدهر إذ حلمي يسير[3].

میں ہبل کو بھی نہیں مانتا۔ وہ اس وقت ہمارا رب تھا جب کہ میری عقل کمزور اور کم تھی۔

اس مقالہ میں ان بتوں کی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے ان باتوں کو مد نظر رکھا جائے گا:

1. عرب کے مشہور بت کون کون سے تھے؟
2. بعض علاقوں اور قبیلوں کے لیے مخصوص بت کون سے تھے؟
3. اسلام کے بعد ان بتوں کو کس نے توڑا (جن بتوں کے بارے میں یہ بات ثابت ہے)؟

سب سے پہلے ان مشہور بتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو خانہ کعبہ میں نصب تھے۔

### ہبل

عرب کے ایک مشہور قبیلے خزاعہ کے رئیس عمرو بن لحیٰ نے اس بت کو شام سے لایا تھا۔ عمرو بن لحیٰ جس کا اصل نام ربیعہ بن حارثہ تھا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے دینِ ابراہیمی میں تبدیلی کی اینٹ رکھ کر شرک کی عمارت کھڑی کر دی۔ عمرو ایک مرتبہ تجارت کے لیے شام جا رہا تھا جب بلقاء کی زمین مآب پہنچ گیا تو دیکھا کہ وہاں پر بسنے والے لوگ جنہیں عمالیق کہا جاتا تھا بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ عمالیق عملاق بن لاوذ بن سام بن نوح کی اولاد تھی۔ عمرو نے پوچھا کہ یہ کیا ہے جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ بت ہیں جن کی ہم عبادت کرتے ہیں اور یہ ہم پر بارش برساتے ہیں اور جب ہم ان سے مدد مانگیں تو ہماری مدد کرتے ہیں۔ عمرو نے کہا: مجھے بھی ایک بت دے دو تا کہ میں اسے عرب کی سرزمین کے لوگوں کا خدا بنادوں۔ انہوں نے عمرو کو ھبل نامی بت دے دیا۔ عمرو نے عرب کے تمام لوگوں کو اس کی عبادت اور تعظیم کرنے کا حکم دیا[4]۔ حارث بن مضاض نے اسے تاکید کی کہ مکہ ایک محرم اور معزز شہر ہے لہذا یہاں گناہ کے اسباب مت پیدا کر لیکن اس نے بت نصب کر دیا[5]۔ ہبل خانہ کعبہ کی چھت اور وسط میں نصب کیا گیا تھا۔ اس بت کے نیچے ایک کنواں تھا جس میں وہ تمام اموال جمع کیے جاتے تھے جو خانہ کعبہ کے لیے بطور ہدیہ پیش کر دیے جاتے تھے[6]۔

یہ کنواں خانہ کعبہ میں داخل ہونے والے کے دائیں طرف آتا تھا اور اس کی گہرائی تین گز تھی۔ اس کنویں کو سیدنا ابراہیم اور سیدنا اسماعیل علیہما السلام نے اس لیے کھودا تھا تا کہ خانہ کعبہ کے لیے جو ہدایا پیش کیے جاتے ہیں وہ اس میں جمع کیے جائیں[7]۔

خانہ کعبہ میں اس کے علاوہ بھی کئی بت نصب تھے لیکن ہبل ان سب میں سے بڑا بت تھا۔ یہ بت انسان کی شکل پر سرخ عقیق سے بنادیا گیا تھا۔ چونکہ اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا اس لیے قریش نے ہبل کے لیے سونے کا ہاتھ بنادیا تھا۔ سب سے پہلے اسے خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر نے نصب کیا تھا جس کی وجہ سے اسے "ہبل خزیمہ" بھی پکارا جاتا تھا[8]۔

قریش کے لیے ہبل تمام بتوں میں سے بڑا بت تھا اور ہر ضرورت کے لیے پکارا جاتا تھا البتہ جب قریش اقداح (تیر) کے ذریعے کسی کام کے بارے میں فیصلہ کرتے تھے تو وہ صرف ہبل کے پاس ہی جا کر کرتے تھے۔ ہبل کے سامنے سات تیر رکھے گئے تھے۔ قریش نکاح، سفر یا کسی دوسرے کام کے بارے میں فیصلہ کرنا چاہتے تو ان تیروں کے ذریعے فال نکال کر کام کرتے۔ سیدنا محمد ﷺ کے دادا عبد المطلب جب سیدنا محمد ﷺ کے والد عبد اللہ کے ذبح کے بارے میں فال نکالنا چاہ رہے تھے تو ہبل کے پاس جا کر فال نکالا تھا[9]۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے قریش کے اس عمل کو فسق کہہ کر پکارا ہے، فرمایا ہے:

> حُرِّمَت عَلَیکُمُ المیتَةُ وَالدَّمُ وَلَحمُ الخِنزیرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَیرِ اللّٰهِ بِهِ وَالمنخَنِقَةُ وَالموقُوذَةُ وَالمتَرَدِّیَةُ وَالنَّطِیحَةُ وَمَا أَکَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَکَّیتُم وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ وَاَن تَستَقسِمُوا بِالاَزلَامِ ذٰلِکُم فِسقٌ[10]
>
> "تم پر حرام کر دیے گئے ہیں مردار اور خون (جو بہتا ہو) اور خنزیر کا گوشت اور جو جانور (کہ بقصد قربت) غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مر جاوے اور جو کسی ضرب سے مر جاوے اور جو اونچے سے گر کر مر جاوے اور جو کسی کی ٹکر سے مر جاوے اور جس کو کوئی درندہ کھانے لگے لیکن جس کو تم ذبح کر ڈالو (وہ اس حرمت سے مستثنیٰ ہے) اور جو جانور پرستش گاہوں پر ذبح کیا جاوے اور یہ (بھی حرام ہے) کہ (گوشت وغیرہ) تقسیم کرو بذریعہ قرعہ کے تیروں کے یہ سب گناہ (اور حرام) ہیں[11]۔"

اس آیت کریمہ میں ازلام سے مراد وہی تیر ہیں جو جاہلیت میں قرعہ اندازی کے لیے استعمال کیے جاتے تھے، چنانچہ امام زبیدیؒ فرماتے ہیں: ازلام جاہلیت میں قریش کے تیر تھے جن پر امر و نہی اور کرو اور نہ کرو لکھا گیا تھا۔ یہ تیر بیت اللہ کے خادم کے پاس پڑے رہتے۔ جب کوئی سفر یا نکاح کا ارادہ رکھتا تو خادم بیت اللہ کے پاس جا کر کہتا: میرے لیے تیر کے ذریعہ قرعہ اندازی کرو، پس اگر امر کا تیر نکل جاتا تو کام کرتا ورنہ اس کام سے رک جاتا[12]۔

حافظ ابن کثیرؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اے مؤمنوں! تم پر ازلام سے قرعہ اندازی حرام ہے۔ ازلام "زُلم" کی جمع ہے۔ زاء کو فتح دے کر "زَلم" بھی پڑھا جاتا ہے۔ جاہلیت میں عرب اس کے عادی تھے۔ ازلام سے مراد تین تیر ہیں: ایک پر لکھا گیا تھا "کرو" اور دوسرے پر لکھا گیا تھا "مت کر" جب کہ تیسرے پر کچھ بھی نہیں لکھا گیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک پر "میرے رب نے مجھے حکم دیا" لکھا گیا تھا اور دوسرے پر "مجھے میرے رب نے مجھے منع کیا" لکھا گیا تھا جب کہ تیسرے پر کچھ بھی نہیں تھا۔

جب اس سے قرعہ اندازی کر دی جاتی اور آمر تیر نکل جاتا تو کام کرتا اور اگر ناہی نکل جاتا تو اس کام سے منع ہو جاتا۔ تیسرے تیر کے نکلنے کی صورت میں دوبارہ قرعہ اندازی کی جاتی[13]۔

قرآن کریم میں اس بت کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے البتہ احادیث سے غزوہ احد کے موقع پر ابو سفیان کا اس بت کو پکارنا ثابت ہے۔ جب غزوہ احد میں سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو کامیابی ملی تو انہوں نے "اَعل ھُبل اَعل ھُبل "یعنی ہبل تیرا دین بلند ہو" پکارا۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کا جواب دینے کا حکم دے کر کہا: اَللّٰہُ اَعلٰی واَجلُّ" یعنی اللہ تعالیٰ بلند مرتبے والی ذات ہے" کہہ کر پکارا[14]۔

4. اساف ونائلہ

یہ دونوں بت بھی خانہ کعبہ کے اندر زمزم کے نزدیک نصب تھے۔ اساف ونائلہ کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ قبیلہ جرہم سے تعلق رکھنا والا ایک مرد اور عورت تھی۔ مرد کا نام اساف بن بغی اور عورت کا نام نائلہ بنت دیک تھا۔ دونوں نے خانہ کعبہ میں بد فعلی کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو پتھر بنا دیا[15]۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم اساف ونائلہ کے بارے میں یہی سنتے چلے آرہے ہیں کہ یہ دونوں قبیلہ جرہم سے تھے اور دونوں نے خانہ کعبہ میں بد فعلی کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو پتھر بنا دیا[16]۔ واللہ اعلم

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اساف کا نام اساف بن یعلی اور نائلہ کا نام نائلہ بنت زید تھا۔ اساف یمن میں نائلہ کا عاشق تھا۔ دونوں حج آئے اور خانہ کعبہ میں تنہائی کی جگہ مل گئی تو بد فعلی کا ارادہ کیا۔ دونوں مسخ کر دیے گئے۔ صبح لوگوں نے ان کو دیکھا تو وہاں سے نکالا لیکن واپس وہی رکھ دیا۔ تب سے خزاعہ، قریش اور عرب کے حاجی اس کی عبادت کرنے لگے[17]۔ حج کے موقع پر عرب انہی دو بتوں کے پاس جا کر لائے ہوئے جانور ذبح کرتے[18]۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اساف صفا پر، جب کہ نائلہ مروہ پر رکھا گیا تھا۔ جاہلیت میں عرب جب صفا و مروہ کی طواف کرتے تو ان دونوں بتوں کو مسح کرتے[19]۔

قرآن کریم میں ان بتوں کا ذکر موجود نہیں ہے لیکن احادیث میں کئی جگہ ان کا ذکر موجود ہے:

> اِنَّ الصَّفَا وَالمروَۃَ مِن شَعَائِرِ اللّٰہِ " کی تفسیر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جاہلیت میں لوگ ان دو بتوں سے احرام باندھ کر صفا و مروہ کے مابین طواف کرتے اور پھر حلق کرتے۔ اسلام کے بعد مسلمان جاہلیت کے اس عمل کی وجہ سے صفا و مروہ کے درمیان طواف

میں کراہت محسوس کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل کر کے فرمایا کہ صفا و مروہ کے درمیان طواف کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے[20]۔

فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے خانہ کعبہ کے تمام بتوں کو توڑا تھا جن میں یہ بت بھی شامل تھے، چنانچہ امام مسلمؒ نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ –صلى الله عليه وسلم– مَكَّةَ وَحَوْلَ الْكَعْبَةِ ثَلاَثُ مِائَةٍ وَسِتُّونَ نُصُبًا فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بِعُودٍ كَانَ بِيَدِهِ وَيَقُولُ: جاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا[21]

"سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ (فتح مکہ کے موقع پر) مکہ داخل ہوئے تو کعبہ کے ارد گرد ۳۶۰ بت نصب تھے۔ نبی کریم ﷺ ہر بت کو ایک لکڑی سے مار کر فرماتے کہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا یقینا باطل بھاگنے والا ہے۔"

### 5. العزی

عزی عرب کے مشہور ترین بتوں کی فہرست میں شامل ہے۔ عزی "اعز" کی مؤنث ہے جیسا کہ کبری "اکبر" کی مؤنث ہے۔ الاعز بمعنی عزیز ہے اور عزی بمعنی عزیزۃ ہے۔ عزی ثقیف کا بت تھا۔ عزی غطفان کی بیر کے ایک درخت کا نام تھا۔ غطفان اس کی عبادت کرتے اور انہوں نے اس کے اوپر ایک چبوترہ بنایا تھا اور اس کے خادم اور محافظ مقرر کیے تھے۔

ابن حبیب فرماتے ہیں کہ عزی نخلہ کے ایک درخت کا نام ہے جس کے پاس ایک بت تھا۔ قبیلہ غطفان اس کی عبادت کرتے تھے۔ اس کے خادم اور محافظ بنو صرمۃ بن مرہ سے تھے[22]۔

امام ابن ہشامؒ فرماتے ہیں کہ یہ بت نخلہ کے مقام پر رکھا ہوا تھا۔ اس کی عبادت قریش اور بنو کنانہ کرتے تھے۔ اس کے محافظ اور خادم بنو ہاشم کے حلیف بنو شیبان تھے[23]۔ عزی کی عبادت کی دعوت سب سے پہلے عمرو بن ربیعہ اور حارث بن کعب نے دی تھی[24]۔

امام ابو منذرؒ فرماتے ہیں کہ عزی لات اور مناۃ کے مقابلے میں جدید ہے۔ اس کو ظالم بن اسعد نے متعارف کروایا تھا۔ یہ بت نخلہ شآمیہ وادی میں پڑا تھا۔ اس وادی کو حراض بھی کہا جاتا تھا[25]۔

وادی حُرض یا حراض مکہ کے قریب مشاش اور غمیر کے درمیان ایک جگہ کا نام تھا۔ یہ وادی مکہ سے عراق کی رخ پر واقع تھی[26]۔

قریش نے وادی حراض کے ایک گھاٹی "سُقام" کو عزی کے لیے مخصوص کیا تھا اور اسے حرم کعبہ سے مشابہت دیتے تھے[27]۔

عزیٰ کے اوپر ایک چبوترہ بنایا گیا تھا۔ عرب اس سے آواز سنتے تھے۔ عزیٰ قریش کے لیے بڑا بت تھا۔ قریش اس کی زیارت کرتے، اس کے لیے ہدیے پیش کرتے اور اس کے نزدیک ذبح کر کے قربت حاصل کرتے۔ قریش جب کعبہ کی طواف کرتے تو کہتے:

والّلاتِ والعزّٰی ومناةَ الثّالثة الأُخرٰی فإنّهن الغَرانیقُ العُلٰی وإنَّ شفاعتَهُنّ لتُرتَجٰی

"یعنی ہم لات، عزیٰ اور مناۃ تینوں کی قسم کھاتے ہیں کیونکہ یہ اونچے پرندے ہیں اور ان کی شفاعت قبول کی جائے گی۔"

قریش کا عقیدہ تھا کہ یہ تینوں بت اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں شفاعت کریں گی (نعوذ باللّٰہ من ذلک) عزیٰ کے قریب ذبح خانہ بھی تھا جسے غبغب کہا جاتا تھا[28]۔

غبغب منی کے ذبح خانے کا نام تھا۔ کہا گیا ہے کہ معتب بن قیس کے گھر کا نام غبغب تھا۔ عرب اس گھر کا حج کرتے جس طرح کہ وہ بیت اللہ شریف کا حج کرتے۔ امام ابو منذرؒ فرماتے ہیں کہ غبغب میں قریش عزیٰ کے لیے ہدیہ کیے ہوءے جانور ذبح کرتے۔ پھر اس کا گوشت عزیٰ کے پاس آنے والے اور اس کے قریب رہنے والے لوگوں میں تقسیم کرتے[29]۔

بنو شیبان میں سے عزیٰ کا آخری خادم وسادن دبیہ ابن حرمی سلمی تھا[30]۔

قریش کو عزیٰ سے اتنی الفت تھی کہ جب ابو احیحہ سعید بن العاصی بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کو مرض موت طاری ہو گیا تو ابو لہب اس کی عیادت کے لیے گیا۔ دیکھا کہ ابو احیحہ رو رہا ہے۔ ابو لہب نے کہا: کیا تم موت کی وجہ سے رو رہے ہو؟ موت سے تو کوئی بچاؤ نہیں ہے۔ اس نے کہا: نہیں، بلکہ مجھے خدشہ ہے کہ میرے بعد تم عزیٰ کی عبادت چھوڑ دوگے۔ ابو لہب نے کہا کہ عزیٰ کی عبادت تمہاری زندگی کی وجہ سے کی گئی ہے، نہ تمہاری موت کی وجہ سے چھوڑ دی جائے گی۔ ابو احیحہ نے کہا کہ اب مجھے پتہ چلا کہ (میرے بعد) میرا خلیفہ موجود ہے۔

امام ابو المنذرؒ فرماتے ہیں کہ ابو احیحہ کو مکہ میں اتنی عزت حاصل تھی کہ جب وہ کسی رنگ کی پگڑی پہنتا تو دوسرا کوئی بھی شخص اس رنگ کی پگڑی نہیں پہنتا تھا۔

فتح مکہ کے دن نبی کریم ﷺ نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس بت کو توڑنے پر مامور کیا۔ جب دبیہ سلمی کو اس کا پتہ چلا تو اس نے اپنی تلوار عزیٰ پر لٹکا دی اور خود پہاڑ پر چڑھ گیا اور کچھ اشعار میں عزیٰ سے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مارنے کی درخواست کی۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جا کر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا[31]۔

### 6. لات

لات کے اشتقاق کے بارے میں یاقوت حمویؒ فرماتے ہیں کہ احتمال ہے کہ لات "لاتَ یلیتُ " سے مشتق ہو جس کا معنی ہے کسی چیز کو ہٹانا۔ اسے لات اس وجہ سے کہا گیا کہ اس کی عبادت کرنے والوں کا عقیدہ تھا کہ لات ان سے شر اور مصیبت دور کرتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ لات "لویثُ الشَّیئَ " سے مشتق ہو جس کا معنی ہے کسی چیز پر قائم رہنا۔

یہ احتمال بھی ہے کہ لات "لاہَ یلوہُ" سے مشتق ہو جس کا معنی چمکنا ہے۔

لات قبیلہ ثقیف کا ایک آدمی تھا جو عمرو بن لحیؒ کے حکم پر حاجیوں کے لیے ستو بناتا تھا۔ وہ ایک مخصوص چٹان پر بیٹھتا تھا جسے "صخرۃ اللات" کہا جاتا تھا۔ جب وہ مر گیا تو عمرو بن لحیؒ نے لوگوں سے کہا کہ وہ مرا نہیں ہے بلکہ اس چٹان میں گھس گیا ہے۔ عمرو نے لوگوں کو اس چٹان کی عبادت کا حکم دیدیا اور اسے لوگوں کے لیے معبود بنا دیا۔[32]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قبیلہ ثقیف کی چٹان پر ایک آدمی بیٹھتا تھا جو کہ حاجیوں پر گھی فروخت کرتا تھا۔ اس نے بکریاں بھی پال رکھی تھیں۔ اس چٹان کو "صخرۃ اللات" یعنی "لات کی چٹان" کہا گیا۔ جب وہ مر گیا اور لوگوں نے اسے کہیں نہیں دیکھا تو عمرو نے کہا: تمہارا رب لات تھا جو کہ چٹان میں گھس گیا ہے[33]۔ تب سے اس چٹان کو رب کا درجہ حاصل ہوا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ لات ایک سفید اور مربع چٹان تھی جس پر ثقیف نے چبوترہ بنا دیا تھا۔ اس کے خادم قبیلہ ثقیف کے بنو عتاب بن مالک تھے۔

قبیلہ ثقیف لات کی بڑی عزت کرتے تھے حتیٰ کہ اسے خانہ کعبہ سے تشبیہ دیتے تھے اور انہوں نے اس کے لیے مخصوص قسم کے کپڑے اور پردے تیار کر رکھے تھے۔

جب اسلام آیا تو نبی کریم ﷺ نے اس بت کو توڑنے کے لیے ابو سفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو بھیج دیا۔ اس کی جگہ طائف کی مسجد کے نیچے ہے[34]۔

### 7. مناۃ

یاقوت حمویؒ مناۃ کے اشتقاق کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مناۃ لفظ "منا" سے مشتق ہے جس کا معنی تقدیر ہے، کیونکہ عرب فرماتے ہیں کہ " مناہٗ" یعنی اس نے فلاں چیز کو مقدر کیا۔ عرب جس طرح تقدیر کی طرف کسی کام کی نسبت کرتے تھے تو اسی طرح مناۃ کی طرف بھی کی اور اسے عاقل اور سمجھ بوجھ

رکھنے والا بت سمجھا۔ مطلب یہ ہے کہ عرب مناۃ کو عاقل سمجھ کر اسے ہر کام میں اثر ورسوخ رکھنے والا سمجھتے تھے۔ اس وجہ اسے مناۃ کہتے تھے۔

یا مناۃ لفظ "منا" سے ماخوذ ہے جس کے معانی موت کے ہیں۔ چونکہ عرب مناۃ کو موت میں اثر رکھنے والا سمجھتے تھے اس وجہ سے اسے مناۃ کہتے تھے۔

یا مناۃ عرب کے اس مقولے سے مشتق ہے: "مناهُ اللّٰهُ بحبِّها" یعنی "اللہ نے اسے فلاں کی محبت میں مبتلی کر دیا"۔ گویا کہ عرب مناۃ کو اللہ کی محبت میں مبتلی سمجھتے تھے اس وجہ اسے مناۃ کہتے تھے۔

یا مناۃ عرب کے اس مقولے سے ماخوذ ہے: منوتُ الرَّجل ومَنَيتُه" یعنی "میں نے اس کی آزمائش لی"۔ چونکہ عرب مناۃ کو ہر کام کے لیے آزمودہ بت سمجھتے تھے اس لیے اسے مناۃ کہتے تھے[35]۔ عرب کو زید مناۃ اور عبد مناۃ کہا جاتا تھا۔ یہ بت مکہ اور مدینہ کے درمیان سمندر کے ساحل پر قدید کے مکان پر نصب تھا[36]۔

تمام عرب اس کی عظمت کرتے اور اس کے لیے جانور ذبح کرتے تھے۔ اوس، خزرج اور مکہ ومدینہ میں آنے والے ارد گرد کے لوگ اس کی عظمت کرتے، اس کے لیے ذبح کرتے اور اس کے لیے ہدیہ بھیجتے تھے۔

اس بت کی عظمت میں اوس اور خزرج سے آگے کوئی نہیں تھا۔

ابو عبیدہؒ فرماتے ہیں کہ اوس اور خزرج اور ارد گرد کے جو لوگ ان کے طریقے پر چلتے تھے، جب لوگوں کے ساتھ تمام مواقف حج ادا کر دیتے تھے تو حلق نہیں کرتے تھے، بلکہ واپسی پر مناۃ کے پاس جا کر قیام کرتے اور وہاں حلق کرتے تھے۔ ان کے نزدیک حج اس کے بغیر مکمل نہیں ہوتا تھا[37]۔

امام ابو الولید ازرقیؒ فرماتے ہیں کہ ازد اور غسان اس کی عظمت کرتے اور حج ادا کرتے۔ اس قبیلہ کا کوئی آدمی جب احرام باندھ لیتا تو اپنے گھر نہیں جاتا تھا لیکن اگر کوئی ضرورت ہوتی تو گھر کے پیچھے دیوار سے داخل ہو جاتا تھا تاکہ گھر کا کواڑ اس کے سر پر سایہ نہ کر سکے[38]۔

اسلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان آیات مبارکہ میں اس رسم بد کو ختم کرنے کا اعلان کر دیا:

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى[39]

قریش اور تمام عرب اس کی عظمت کرتے تھے۔ جب نبی کریم ﷺ فتح مکہ کی نیت سے مدینہ سے روانہ ہوئے تو چار پانچ دن سفر کے بعد سیدنا ابو سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ یا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس بت کو توڑنے کے لیے بھیج دیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس بت کو توڑ دیا اور جو کچھ اس کے پاس

موجود تھا اسے اٹھالایا۔ غسان کے بادشاہ ابو شمر غسانی نے مناۃ کے لیے دو تلوار ہبہ کر دیے تھے۔ ایک کو مخذم اور دوسرے کو رسوب کہا جاتا تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ وہ دونوں تلواریں سیدنا محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر کر دیے۔ نبی کریم ﷺ نے دونوں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ ذوالفقار تلوار بھی اسی بت کے پاس سے ملی تھی[40]۔

لات، مناۃ اور عزیٰ تینوں میں شیطان چھپے بیٹھا تھا جو کہ ان کے خادموں سے باتیں کرتا تھا[41]۔

### 8. ذوالخلصہ

یہ ایک سفید نقش و نگار والا شیشہ تھا اور اس کے اوپر تاج سا بنایا گیا تھا۔ مکہ سے سات دن کے فاصلے پر مکہ اور یمن کے درمیان تبالہ مقام پر رکھا گیا تھا۔ اس کے خادم بنو امامہ تھے جو کہ باہلہ بن اعصر سے تھے۔ خثعم، بجیلہ اور ازد اس کو ہدیہ پیش کرتے تھے۔ اسی طرح ہوازن میں سے جو قبیلے ان کے قریب تھے اور جو قبیلے تبالہ میں آباد تھے تو وہ سب اپنے ہدیے اس بت کو پیش کرتے تھے[42]۔

امام ابن ہشامؒ فرماتے ہیں کہ ذوالخلصہ دوس، خثعم، بجیلہ اور تبالہ میں جو عرب آباد تھے ان سب کا بت تھا۔ آپؒ نے ذوالخلصہ کے بارے میں ایک عجیب حکایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی کا باپ قتل کر دیا گیا تھا۔ وہ اپنے باپ کا بدلہ لینے کے فیصلے کو ذوالخلصہ کے پاس لایا۔ جب اس نے تیر نکالا تو اس میں بدلہ لینے سے منع کیا گیا۔ اس پر اس آدمی نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

لو كنتَ يا ذا الخلص الموتُورا ... ... ... ... ... مِثلي وكان شيخُك المقبورَا

"اے ذوالخلصہ! اگر تمہارا بوڑھا باپ قبر رسیدہ ہوتا اور تو نے میری طرح قتل کا بدلہ نہ لیا ہوتا"

لم تنهَ عن قتلِ العداةِ زورًا[43]

"تو تو ہرگز کسی آنے والے کو دشمن کے قتل کرنے سے منع نہیں کرتا"

جب مکہ فتح ہوا اور نبی کریم ﷺ کے پاس وفود آنے لگیں تو ان میں سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بھی اسلام قبول کر کے خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے کہا: اے جریر! ذوالخلصہ سے مجھے راحت دے سکو گے؟ سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ کیوں نہیں۔ آپؓ نے بنو احمس کو ساتھ لے کر چل دیے۔ خثعم اور باہلہ نے مقابلہ کیا لیکن ان کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ذوالخلصہ کی بنیاد ڈھا ڈالی اور اس میں آگ لگا کر اسے جلا ڈالا[44]۔

### 9. عمیانس

عمیانس خولان کی زمین میں نصب تھا۔ خولان اپنے مویشیوں اور کھیتوں میں سے اللہ تعالیٰ اور

عمیانس کے لیے کچھ حصہ تقسیم کرکے دیا کرتے تھے۔ اگر عمیانس کے حق میں سے کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کے حصہ میں آجاتا تو اسے واپس کرتے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کے حق میں سے کچھ حصہ عمیانس کو مل جاتا تو اسے چھوڑ دیتے اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے۔ یہ کام خولان کا ایک قبیلہ ادیم، ادوم یا اسوم کرتا تھا[45]۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس برے عمل کا ذکر قرآن کریم میں ان الفاظ میں کیا ہے:

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الحَرثِ وَالأَنعَامِ نَصِيباً فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعمِهِم وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِم فَلَا يَصِلُ إِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَائِهِم سَاءَ مَا يَحكُمُونَ[46]

"اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی (وغیرہ) اور جو مواشی پیدا کیے ہیں ان (مشرک) لوگوں نے ان میں سے کچھ حصہ اللہ (کے نام) کا مقرر کیا (اور کچھ بتوں کے نام کا مقرر کیا) اور بزعم خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا ہے۔ پھر جو چیز ان کے معبودوں کی ہوتی ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں پہنچتی اور جو چیز اللہ کی ہوتی ہے وہ ان کے معبودوں کی طرف پہنچ جاتی ہے۔ انہوں نے کیا بری تجویز نکال رکھی ہے[47]۔"

**سعد**

امام ابن ہشامؒ فرماتے ہیں کہ یہ بت بنو ملکان بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر کی تھی[48]۔

امام ابو منذرؒ فرماتے ہیں کہ جدہ کے ساحل پر نصب یہ بت کنانہ کے دو بیٹوں مالک اور ملکان کا تھا۔ یہ ایک طویل چٹان تھی۔ ایک مرتبہ کنانہ کے ایک آدمی نے اپنے اونٹ کو سعد کے پاس برکت کی خاطر لے کر آیا لیکن جب اس نے اونٹ کو اس کے اوپر کھڑا کرنے کا ارادہ کیا تو وہ بدک گیا اور کہیں دور بھاگ گیا کیونکہ اس چٹان پر خون بہایا جاتا تھا اور اس کی شکل بھی ہیبت ناک تھی۔ اونٹ کا مالک انتہائی پریشان ہوا اور اس نے سعد کو پتھر مار کر کہا: تیری الہیت میں برکت نہ ہو، تونے تو میرے اونٹ کو ڈرا دیا۔ پھر اپنے اونٹ کو تلاش کرکے وہاں سے چل دیا[49]۔

**ذوالکفین**

یہ دوس اور دوس کی اولاد میں سے بنو منہب کا بت تھا۔ سیدنا طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے تو اپنی قوم کے پاس جاکر اسلام کی دعوت دیدی جس کی وجہ سے تقریباً ۸۰ آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔ فتح مکہ کے بعد نبی کریم ﷺ سے اجازت مانگنے پر سیدنا طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ نے جاکر مندرجہ ذیل اشعار پڑھتے ہوئے اسے جلا ڈالا:

یا ذَالکفَّینِ لستُ مِن عبادِک میلادُنا اکبرُ مِن میلادِک

اے ذوالکفین! میں تمہارے بندوں میں سے نہیں ہوں ہماری پیدائش تمہاری پیدائش سے بڑا (کارنامہ) ہے۔

اِنِّی حشوتُ النّار فِی فؤادِک[50]

میں نے تمہارے دل میں آگ بھڑکادی۔

## حواشی وحوالہ جات

1 عبدالملک بن ہشام، السیرۃ النبویہ ۱:۲۰۲، دارالجیل بیروت، ۱۴۱۱ھ

2 ایضاً ۱: ۱۹۰

3 السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۲: ۵۵

4 ایضاً ۱: ۲۰۲

5 ابوعبداللہ محمد بن اسحاق مکی فاکہی، اخبار مکہ فی قدیم الدھر وحدیثہ ۵:۱۵۵، دار خضر بیروت، ۱۴۱۴ھ

6 محمد بن اسحاق بن یسار، سیرۃ ابن اسحاق، ۱:۱۰، مطبوع معہد الدراسات والابحاث للتعریف

7 ابوالولید محمد بن عبداللہ ازرقی، اخبار مکہ وماجاء فیھا من الآثار ۱: ۸۷، مکتبۃ الثقافہ الدینیہ، (س۔ن)

8 معجم البلدان، یاقوت حموی ۵: ۳۹۱، دارالفکر بیروت، (س۔ن)

9 امام بیہقی، دلائل النبوۃ ۱:۹۹، دارالکتب العلمیہ ودارالریان للتراث، ۱۴۰۸ھ /۱۹۸۸ء

10 سورۃ المائدۃ ۵:۳

11 مفتی محمد شفیع، تفسیر معارف القرآن، سورۃ المائدہ ۵:۳، ادارۃ المعارف کراچی، (س۔ن)

12 محمد بن محمد بن عبدالرزاق زبیدی، تاج العروس فی جواہر القاموس، مادہ زل ق م، دارالہدایہ، (س۔ن)

13 ابوالفداء اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، ۳:۲۴، دار طیبہ للنشر والتوزیع، ۱۴۲۰ھ /۱۹۹۹ء

14 محمد بن اسماعیل بن ابراہیم، صحیح بخاری، کتاب الجہاد [۵۶] بابُ: مایُکرَہ مِن التَّنازُع والاِختلافِ فی الحَربِ وعقوبۃِ مَن عصٰی اِمامَہٗ [۱۶۴] رقم: ۳۰۳۹، دارالمعرفہ بیروت لبنان، ۱۴۳۱ھ / ۲۰۱۰ء

15 سیرۃ ابن ہشام ۱: ۲۰۸

16 ابوبکر احمد بن عمرو، مسند البزار ۱۸: ۲۵۴، مکتبہ العلوم والحکم، المدینہ المنورہ، ۱۴۸۸ھ / ۲۰۰۹ء

17 معجم البلدان ۱: ۱۷۰

18 سیرۃ ابن ہشام ۱ :۲۰۸

19 احمد بن حسین بیہقی، معرفۃ السنن والآثار ۷:۲۵۵، جامعۃ الدراسات الاسلامیہ کراچی، ۱۴۱۲ھ /۱۹۹۹ء

20 مسلم بن حجاج قشیری، صحیح مسلم، کتاب الحج[۱۶]، باب: بَیَانِ أَنَّ السَّعْیَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ رُکْنٌ لاَ یَصِحُّ الْحَجُّ إِلاَّ بِہِ[۴۳]، رقم:۳۱۳۸، دارالمعرفہ بیروت لبنان، ۱۴۳۱ھ / ۲۰۱۰ء

21 صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر[۳۳]، باب: ازالۃ الأصنام من حول الکعبۃ[۳۲]، حدیث: ۴۷۲۵

22 یاقوت حموی، معجم البلدان ۴:۱۱۶، دارالفکر بیروت، (س۔ن)

23 سیرۃ ابن ہشام ۱:۲۰۹

24 ابوالولید محمد بن عبداللہ ازرقی، اخبار مکہ وماجاء فیھا من الآثار ۱: ۹۵، مکتبۃ الثقافہ الدینیہ، (س۔ن)

25 معجم البلدان ۴:۱۱۶

26 معجم البلدان ۲:۲۳۴

27 معجم البلدان ۳:۲۲۶

28 معجم البلدان ۴:۱۱۶

29 معجم البلدان ۴:۱۸۵

30 معجم البلدان ۴: ۱۱۷

31 سیرۃ ابن ہشام ۵:۱۰۳

32 معجم البلدان ۵: ۴

33 اخبار مکہ وماجاء فیھا من الآثار ۱: ۹۵

34 معجم البلدان ۵ :۴

35 معجم البلدان ۵:۲۰۴

36 سیرۃ ابن ہشام ۲۱۰:۱

37 معجم البلدان ۵: ۲۰۵

38 اخبار مکہ وماجاء فیھا من الآثار، ۱: ۹۴

39 البقرۃ ۲: ۱۸۹

40 السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۱: ۲۱۰--- معجم البلدان ۵: ۲۰۵

41 اخبار مکہ للازرقی ۱: ۹۵

42 معجم البلدان ۲: ۳۸۳

43 السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۱: ۲۱۱

44 معجم البلدان ۲: ۳۸۴

45 السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۱: ۲۰۶--- معجم البلدان ۴: ۱۵۸

46 سورۃ الانعام ٦: ١٣٦

47 معارف القرآن، سورۃ انعام ٦: ١٣٦

48 السیرۃ النبویہ لابن ہشام ١: ٢٠٧

49 معجم البلدان ٣: ٢٢١

50 معجم البلدان ٤: ٢٧٤